مولانا محمد احسن نانوتویؒ

مؤلفہ

محمد ایوب قادری ایم اے

روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، بی، ون، ایریا ۱۱ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بار اول ایک ہزار

سال طباعت ١٩٦٦ء

[redacted]

ملنے کے پتے

پاکستان میں

(١) ادارہ اسلامیات انارکلی بازار، لاہور

(٢) مولوی شمس الدین تاجر کتب نادرہ، مسلم مسجد انارکلی چوک لاہور

(٣) عظیم پبلشنگ ہاؤس خیبر بازار پشاور

(٤) مشتاق بکڈپو، نزد اردو کالج، شیلڈن روڈ کراچی

انڈیا میں

(١) مکتبہ نشاۃ ثانیہ معظم جاہی مارکیٹ حیدرآباد ۔ اے ۔ پی

(٢) کتب خانہ الفرقان کچہری روڈ لکھنؤ یوپی

(٣) مکتبہ تجلی دیوبند یوپی

(٤) کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی

مطبوعہ :- جاوید پریس کراچی

فہرست مضامین

کو مولانا حبیب الرحمن سے بڑی محبت تھی۔ مولانا احسن نے اپنی قلمی بیاض میں حبیب الرحمن کا اکثر جگہ بڑی محبت سے ذکر کیا ہے۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب کے لئے بعض نسخے تحریر کیا(ے)

مولانا حبیب الرحمن دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے اور ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء میں انتقال ہوا۔ مولانا حبیب الرحمن کے بڑے بھائی دارالعلوم دیوبند کے مشہور مفتی مولانا عزیز الرحمن کا ابتدائی زمانہ بھی بریلی میں گزرا ہے، مفتی صاحب کا انتقال ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء میں ہوا۔

ان حضرات کے علاوہ اس وقت بریلی میں مفتی عنایت احمد کاکوروی صدر امین (المتوفی ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء) مولانا لطف اللہ علی گڑھی رشتہ دار صدر امین (المتوفی ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) مولوی رضی الدین کاکوروی صدر الصدور (المتوفی ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء) مولوی امیر حسن سہسوانی (المتوفی ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء) اور شمس العلماء مولانا امیر احمد سہسوانی (المتوفی ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء) جیسے ممتاز علماء موجود تھے مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولوی امیر حسن سہسوانی اور شمس العلماء مولانا امیر احمد سہسوانی سے مولانا محمد احسن صاحب کے خاص تعلقات تھے مفتی عنایت احمد صاحب کی بابت قلمی بیاض میں تحریر ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۷) مفتی عزیز الرحمن، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، مولوی یعقوب الرحمن اور مولوی مطلوب الرحمن ان کے تمام فرزند علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ مولانا فضل الرحمن دارالعلوم دیوبند کے قیام میں شروع سے شریک رہے ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء میں انتقال ہوا۔ مفتی عزیز الرحمن کے نامور فرزند مفتی عتیق الرحمن ہیں جو ندوۃ المصنفین دہلی کے ذریعہ ملت اسلامیہ کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں، مولوی مطلوب الرحمن کے فرزند مولوی محمد عامر عثمانی مدیر تجلی (دیوبند) ہیں۔

[1] مولانا محمد احسن صاحب نے مولانا حبیب الرحمن کے عقیقہ کا ذکر خاص طور سے اپنی بیاض میں کیا ہے خود بھی [illegible] اس تقریب میں خرچ کئے۔

"۔۔۔ عرصہ معرفت عبد الصمد خاں در بریلی از مفتی عنایت احمد وصول شدند"

یہ تحریر ۱۳ ربیع الاول ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء کی ہے۔

انقلاب ۱۸۵۷ء

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء مسلمانان برصغیر پاک و ہند کی وہ منظم اور ہمہ گیر تحریک تھی کہ جس کے ذریعہ انہوں نے غیر ملکی اقتدار سے ملک و قوم کو آزاد کرانے کی پوری پوری کوشش کی روہیل کھنڈ کا صدر مقام بریلی روہیلوں کا دارالحکومت رہ چکا تھا۔ لہٰذا یہ مقام جلد ہی تحریک آزادی کا خاص مرکز بن گیا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اہل روہیل کھنڈ پیش پیش رہے۔ اور انہوں نے بڑی جاں بازی، شجاعت اور ضبط و نظم کا ثبوت دیا بلکہ

"جن ضلعوں میں بغاوت ہوئی وہ روہیل کھنڈ کی بغاوت کے آگے خفیف تھے"[1]

انقلاب ۱۸۵۷ء کی تحریک شروع ہوتے ہی انگریزوں کے خلاف بریلی میں شورش شروع ہو گئی۔ مگر انگریزی حکام مطمئن تھے البتہ جب ملحقہ اضلاع سے انگریزی حکومت ختم ہونے کی خبریں آنے لگیں تو بریلی کے انگریز حکام خاص طور سے خوف زدہ ہوئے مگر وہ لوگ جب ظاہری حالات کا جائزہ لیتے تھے تو کوئی بے اطمینانی کی بات فوج یا پبلک میں معلوم نہ ہوتی تھی، تحریک کے خاص ارکان خان بہادر خاں، بخت خاں، محمد شفیع رسالدار اور مفتی عنایت احمد وغیرہ اپنا کام بڑے ضبط و نظم سے کر رہے تھے۔

روہیل کھنڈ کے سابق حکمراں حافظ رحمت خاں کے خاندان میں خان بہادر خاں

---

[1] تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ از مولوی ذکاء اللہ صفحہ ۸۲۰ (دہلی ۱۹۰۴ء)

نمایاں حیثیت کے مالک تھے وہ انگریزی حکومت میں صدر امین رہ چکے تھے اور حکومت کے پنشن یافتہ تھے انگریز نیٹر (کمشنر روہیل کھنڈ) نے خان بہادر خاں کو اپنا معتمد علیہ سمجھا اور خیال کیا کہ خان بہادر خاں میرے دل سے خیر خواہ ہیں اور نواب خان بہادر خاں نے بھی کمشنر کے اعتماد کو آخر وقت تک بر قرار رکھا۔[1]

مئی ۱۸۵۷ء کے دوسرے ہفتہ میں جب دیگر مقامات کی وحشت ناک خبریں بریلی پہنچیں تو انگریزی حکام بہت خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے اپنے اہل وعیال کو احتیاطاً ۲۰ مئی ۱۸۵۷ء کو نینی تال پہنچا دیا۔[2]

۲۲ مئی کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے۔[3] نواب بہادر خاں کمشنر بریلی مسٹر الیگزینڈر نیٹر کے بظاہر مددگار تھے اور نواب صاحب پر کمشنر بریلی کو پورا اعتماد تھا اس سلسلہ میں ایک انگریز مورخ رقمطراز ہے۔

---

[1] FIFTY SEVEN BY HENERY GEORGE KEENE P. 128 (London 1883)

[2] محاربۂ عظیم از کنہیا لال صفحہ ۲۸۰ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۶ء)

[3] مولانا محمد احسن صاحب کی اس جامع مسجد کی تقریر اور آنولہ میں قیام کے متعلق حالات راقم نے حکیم معظم علی خاں عرف کومیاں مرحوم رئیس اعظم آنولہ (ضلع بریلی) سے سنے بعد کو تحریری شہادتیں بھی مل گئیں۔ حکیم معظم علی خاں (ابن حکیم واحد علی خاں) حکیم سعادت علی خاں مدارالمہام ریاست رامپور کے پوتے تھے بڑے وضعدار رئیس تھے ۱۱ مارچ ۱۹۵۳ء کو ان کا انتقال ہوا۔

" پچھلے صدی کے ..... محافظ (حافظ رحمت خاں) کے پوتے خان بہادر خاں نے کمشنر (بریلی) کی کوششوں کی پوری پوری تائید کی اور (بریلی) کالج سے منسلک ایک مولوی (محمد احسن) نے مسجد میں تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے۔[1]

اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگا دی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر کوتوال شہر شیخ بدرالدین کی نمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔[2]

اس تقریر کا ردعمل یہ بھی ہوا کہ ۲۵ مئی ۱۸۵۷ء کو بروز عید نو محلہ کی مسجد میں مولوی رحیم اللہ خاں نے انگریزوں کے خلاف سخت تقریر کی، اس موقع پر بخت خاں بھی موجود تھے۔ مسلمانوں میں بہت جوش پیدا ہو گیا تھا مگر کوتوال شہر نے اپنی حکمت عملی سے اس جوش کو ٹھنڈا کر دیا۔[3]

بریلی کالج کے شعبہ فارسی کے استاد مولوی قطب شاہ نے مطبع بہادری کے نام سے ایک پریس قائم کیا جس میں انقلاب سے متعلق لٹریچر شائع و طبع ہوا۔

---

[1] FIFTY SEVEN BY HENERY GEORGE KEENE. P. 128 (London 1883) & FREEDOM STRUGGLE IN U.P. VOL. V. P. 170

[2] FREEDOM STRUGGLE IN U.P. VOL. V. P. 171

[3] Do. P. 173.

۲ مئی ۱۸۵۷ء کو مولانا محمد احسن نے بریلی چھوڑ دی مولانا نے بریلی چھوڑتے وقت مولوی فضل الرحمن صاحب کے لیے بعض ہدایات و اشارات قلمی بیاض میں لکھے ہیں جو درج ذیل ہیں

"آنچه عقب من ضرورت بخانهٔ ام خود جناب ادا سازند بر پرچہ کاغذ بطور یادداشت ارقام می کرده باشند و تنخواه احقر نزد خزانچی جمع دارند یا از گرفته نزد خود جمع می کرده باشند که در جمعیت نزد خزانچی احتمال است دنیه مافیه، و قرضهٔ شیخ محمد نسیم صاحب هم بعد وصول تنخواه ادا باید فرمود و اگر ڈاک سہارنپور جاری باشد از مولوی محمد حسین دریافته خطے بنام مولوی احمد علی صاحب نویسند که فلاں کس ہنڈوی بنام شیخ ظفر علی فرستاده بود مگر بسبب شور و غوغا اہل بوا نرسیده و چوں رسیدن سہارنپور ہم خالی از شائبه و شک نیست و خوش مبتلاء مصائب گردیده بریلی را گزاشت و سرگرداں شد، لاجرم فرستادن مبالغ موقوف بر وقت دیگر ماند، اگر ہرج جناب باشد از مبلغ مات که نزد جناب جمع ہستند بکدام حیله شرعی بعد تبدیل وغیره کارروائی کرده گیرند و نشان مولوی احمد علی این است که در سہارنپور محله محیان رسیده نزد مولوی احمد علی صاحب برسد"

مولانا محمد احسن بریلی سے آنولہ آئے حکیم سعادت علی خاں رئیس اعظم آنولہ و مدار المہام ریاست رامپور کے صاحبزادے حکیم ولایت علی صاحب کے پاس ٹھہرے اور پھر وہاں سے رامپور (افغاناں) ہو کر نانوتہ (سہارنپور) پہنچے۔

انقلاب ۱۸۵۷ء کے آغاز کے تین چار ماہ بعد سہارنپور میں مسٹر اسپنکی SPANKIE

کے مظالم اور ناعاقبت اندیشی نے مسلمانوں کو مشتعل کر دیا تھا اس کی صورت یہ ہوئی کہ تھانہ بھون کے رئیس قاضی عنایت علی کے برادر عبدالرحیم مع چند (اصحاب) سہارنپور گئے تھے ایک کانسٹبل نے مخبری کی کہ یہ لوگ ہاتھی خرید کر جہاد کیلئے دہلی جائیں گے مسٹر اسپنکی نے حقیقت حال معلوم کرنی چاہی مگر جوابات قابل اطمینان نہ تھے۔ اس لئے اس نے قاضی عبدالرحیم کو اور ان کے ساتھیوں کو پھانسی دیدی۔ اس خبر وحشت اثر سے تھانہ بھون، دیوبند نیز دیگر قرب کی بستیوں میں ایک آگ لگ گئی۔ تھانہ بھون میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حافظ محمد ضامن، مولانا شیخ محمد تھانوی، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا محمد منیر نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور قاضی عنایت علی وغیرہ نے مجلس مشاورت منعقد کی اس مجلس میں مولانا محمد احسن بھی شریک ہوئے۔ مولانا شیخ محمد تھانوی نے جہاد کے خلاف رائے دی اور فرمایا[۲]

"جب قاضی عنایت علی عام جنگ کے دوران خاموش رہے

---

[۱] مولانا شیخ محمد بن شیخ محمد اللہ، تھانہ بھون ضلع مظفر نگر وطن ہے ظہور احسن تاریخی نام، ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و حفظ قرآن تھانہ بھون میں کیا پھر دہلی پہنچے۔ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی کی خدمت میں رہ کر فقہ و تفسیر و حدیث وغیرہ علوم دینیہ کی سند حاصل کی حضرت میانجیو نور محمد جھنجھانوی سے بیعت تھے ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں انتقال ہوا۔ مولانا تھانوی کے مفصل حالات، ان کے رسالہ "تحقیق وحدت الوجود والشہود" کے ساتھ مولوی ثناء الحق (ایم۔ اے) نے شائع کر دیئے ہیں۔ مولانا شیخ محمد تھانوی کی تصنیفات میں ارشاد محمدی، بیاض محمدی، انوار محمدی اور دفتر ہفتم مثنوی مولانا روم مشہور ہیں۔

[۲] تحقیق وحدت الوجود والشہود مرتبہ ثناء الحق صہ ۵۰ (پاک اکیڈمی کراچی ۱۹۶۳ء)

اور حاضرینِ مجلس میں سے بھی اس وقت کسی نے اس کو جہاد سمجھ کر اس میں حصہ نہیں لیا تو اس وقت جبکہ انتقام کا جذبہ کارفرما ہے اس لڑائی کو جہاد کیسے کہا جاسکتا ہے۔" [1]

بعض روایات میں ہے کہ مسلمانوں کی کمزوری اور بے سرو سامانی کو عدمِ جہاد کا سبب قرار دیا گیا [2]

مولانا محمد احسن نے مولانا شیخ محمد تھانوی کی تائید کی [3] اس پر ان کے بڑے بھائی مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی نے مولانا محمد احسن کو ڈانٹا آخر فیصلہ جہاد کے حق میں ہوا مولانا محمد احسن نانوتہ آگئے [3]

تھانہ بھون کی مجلس مشاورت کے بعد ان حضرات نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو امیر جہاد مقرر کر کے انگریزوں سے شاملی (ضلع مظفر نگر) میں جہاد کیا حافظ محمد ضامن، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا محمد منیر نانوتوی نے خوب دادِ شجاعت دی میدان شاملی میں حافظ محمد ضامن صاحب نے درجہ شہادت پایا مجاہدین سخت مقابلہ کے بعد واپس آگئے۔

---

[1] مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے
۔ نیت کا حال تو خدا ہی جانتا ہے بظاہر تو اس کو جہاد کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ (تحقیق وحدت الوجود و الشہود صفحہ ۱)

[2] سوانح قاسمی جلد دوم صفحہ ۱۲۳ – ۱۲۵

[3] مکتوب منشی عزیز حسن نانوتوی (نبیرہ منشی محمد اسمٰعیل ابن مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی) بنام راقم مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۵۶ء

سر سید احمد خاں کے رسالہ لائل محمڈنس آف انڈیا سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے محمد ابراہیم خاں تحصیلدار شاملی کی انگریز خیر خواہی اور وفاداری کا ذکر کیا ہے مگر اس سے مجاہدین کے کارناموں کا بھی اندازہ ہوتا ہے [1]

"ابتدائے غدر سے اس افسر محمد ابراہیم خاں تحصیلدار شاملی متوطن رام پور (منہاران) نے سرکار کی خیر خواہی اور قیام عملداری سرکار پر بہت چست کمر باندھی جو بھٹے رسالے کے سواروں نے جب بغاوت کی اور تحصیل شاملی پر قبضہ کرنا چاہا تو یہ افسر کمال بہادری سے بمقابلہ پیش آیا اور اپنی تحصیل کو باغیوں کے ہاتھ سے بچایا جہاں تک ممکن ہوا انتظام گورنمنٹ میں مدد کی اور جس قدر لٹا ہوا مال گورنمنٹ اور حکام کا بعد میں دستیاب ہوا سب کو برآمد کیا اور پہنچایا۔ آخر کار جب مفسدہ زیادہ ہوگیا اور انتظام کے لئے معتمد آدمی زیادہ درکار ہوئے تو اس افسر نے رام پور سے تمام اپنے خاندان کو شاملی میں بلوالیا اور سب کو کار سرکار میں مصروف کیا۔ پچاس آدمی اس افسر کے خاندان کے مع اکبر خاں اس افسر کے بھائی کے شاملی میں تھے جن میں سے اکثر بمقابلہ باغیان سرکار کی خیر خواہی میں مارے گئے اور خود اس افسر نے بھی خیر خواہی سرکار میں اپنی جاں نثار کی۔ زمانہ غدر میں انتظام ڈاک کا جاتا رہا اور پھر اس کا قائم کرنا اس زمانہ میں کچھ آسان امر نہ تھا اس افسر نے بموجب حکم

---

[1] لائل محمڈنس آف انڈیا از سر سید احمد خاں حصہ سوم (مفصلائٹ پریس آگرہ ۱۸۶۲ء)

کمانڈر انچیف بہادر کے کمال سعی و کوشش سے شاملی سے کرنال تک ڈاک قائم کی اور انتہا تک بخوبی جاری رکھی جس سے گورنمنٹ کو نہایت فائدہ انتظام میں حاصل ہوا۔

ستمبر ۱۸۵۷ء میں دفعتاً مسلمانان ساکنان تھانہ بھون نے جن کا افسر قاضی عنایت علی تھا فساد برپا کیا اور ایک بڑے گروہ نے تحصیل شاملی پر حملہ کیا اس وقت تحصیل شاملی میں تقریباً دس سوار پنجابی رسالے کے اور اٹھائیس سپاہی جیل خانہ کے اور پچاس سے زائد سپاہی متعینہ تھانہ و تحصیل کے باقی آدمی اس افسر کے خاندان کے تھے مع اکبر خاں اس کے بھائی جو رام پور سے گئے تھے اور وہاں موجود تھے یہ افسر بکمال دلاوری و بہادری بمقابلہ پیش آیا اور تحصیل شاملی کو مستحکم کر کے اور اس میں محصور ہو کر بخوبی لڑا اور ہر دفعہ مفسدوں کے حملہ کنان کو ہٹا دیا۔ اور بہت سے آدمی ان میں کے مارے گئے۔ آخر کو گولی بارود تحصیل میں ختم ہو چکی اور نہایت مجبوری کا وقت آیا اور مفسدوں کو قابو ہو گیا اور وہ لوگ تحصیل میں گھس آئے وہاں بھی مقابلہ ہوا اور یہ افسر نہایت بہادری سے مع اکثر آدمیوں اپنے خاندان کے کام آیا اور شرط نمک حلالی کو پورا کر دیا یہ قتل و خونریزی شاملی میں ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو واقع ہوئی جو دن کہ فتح دہلی کا تھا مگر نہایت افسوس ہے کہ اس افسر کے کان تک مژدہ فتح دہلی جس کا وہ ہر دم مشتاق تھا پہنچنے نہیں پایا تھا۔"

انگریز نے سخت انتقام لیا حضرت حاجی صاحب ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء میں مکہ معظمہ ہجرت

کر گئے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی چھ ماہ حوالات میں رہے مولانا محمد قاسم نانوتوی کا وارنٹ گرفتاری جاری ہوا مولانا محمد منیر نانوتوی اور مولانا محمد مظہر نانوتوی روپوش رہے مولانا محمد مظہر نانوتوی کے ٹخنے میں گولی لگی تھی۔ قاضی عنایت علی پہاڑوں کی طرف جا کر مفقود الخبر ہو گئے[1] ار ستمبر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کا قبضہ ہو گیا مگر روہیل کھنڈ میں جنگ آزادی کا سلسلہ جون ۱۸۵۸ء بلکہ اس کے کچھ بعد تک رہا۔ ۶ مئی ۱۸۵۸ء کو بریلی پر انگریزوں کا قبضہ و تسلط ہو گیا۔

مولانا محمد احسن صاحب آخری ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء میں بریلی پہنچ گئے کیونکہ ان کی قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم ذی الحجہ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۸۵۸ء بروز سہ شنبہ کو انہوں نے بریلی میں مکان کرایہ پر لیا اور دوبارہ ملازمت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

انقلاب ۱۸۵۷-۵۸ء میں بریلی کالج کے پرنسپل ڈاکٹر بک مارے گئے اور پلٹن ۴۲ کا قیام کالج میں رہا۔ جب دوبارہ کالج کھولا گیا تو ۱۸۶۲ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے اس کا الحاق ہوا[2]

حلقہ احباب بریلی

مولانا محمد احسن نے ایک وسیع اخلاق پایا تھا ہر ایک کے ساتھ محبت سے پیش آتے بریلی کے مسلمانوں میں مولانا کا

---

[1] قاضی عنایت علی کے حالات کیلئے دیکھئے ۱۸۵۷ء اور جانبازان حریت (علماء ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم) از مولانا محمد میاں صفحہ ۵۴۴-۵۴۵ (دہلی ۱۹۶۰ء) نیز وحدت الوجود والشہود صفحہ ۶۲-۶۴

[2] بریلی کالج بریلی پراسپکٹس ۱۹۶۰-۶۱ء صفحہ ۱ (ڈکنگ پریس بریلی ۱۹۶۰ء)